نگارشات

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

(۱) قرآن اور حدیث

دنیا کے موسمی تغیرات نے جہاں بہت سے نئے خیالات کی پیداوار کی ہے، وہاں ایک یہ بھی کہ احادیث کی وقعت گھٹانا اپنی علمی بصیرت کا ایک طرۂ امتیاز خیال کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ ''حدیثیں اختلاف کی وجہ سے بے وقعت اور دور از حقیقت ہیں اور ہمیشہ سے بازیچۂ طفلاں ہیں۔ رسولؐ کے افعال اور اقوال میں سب سے اول اور مقدم طریق نماز ہے اور حادثات میں سب سے عظیم تر رسولؐ کی وفات ہے، جبکہ حدیثیں ان اہم ترین فرائض و واجبات میں یک زبان نہیں ہیں تو ان کے قول کا اعتبار ہی کیا ہے۔ راویوں سے حدیثیں دین میں تفرقہ انداز ہیں، اسلام میں مختلف فرقے انہیں حدیثوں کی کرامات ہیں۔

یہ خیالات بالکل پادر ہوا ہیں۔ حدیثوں میں اتفاق بھی ہوتا ہے اور اختلاف بھی۔ اختلافی حدیثوں میں بھی اکثر کوئی ایک نقطہ مشترک ہوتا ہے۔ اگر انسان مختلف حدیثوں میں محاکمہ کرنے اور ترجیح کے اصول پر عمل کرنے سے گریز بھی کرے تو ان مشترک نقطوں کو تو ماننے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے جن پر تمام حدیثیں باوجود اپنے اختلافات کے ہم زبان ہوں۔ اسی سے ''دو متواتر بالمعنی اور متواتر بالاجمال کے حدود قائم ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر یہ دیکھئے کہ اتحادی اور محوری جنگ کے حالات ہمارے لئے تو روایات ہی کے ذریعہ سے پہنچتے ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ ان روایات میں بڑا اختلاف بھی ہوتا ہے۔ پھر کیا آپ یہ کہئے گا کہ یہ روایات سب یک زباں نہیں ہیں تو اس کے قول کا اعتبار ہی کیا؟ اس لئے جنگ کا وجود ہی نہیں ثابت۔ ہمیں کیا معلوم کہ کوئی لڑائی ہو بھی رہی ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ کلکتہ پر جاپانی ہوائی جہازوں کی گولہ باری آپ کو روایات ہی کے ذریعے سے پہنچی اور آپ نے تسلیم کی۔ باوجودیکہ گولہ باری کی ان روایتوں میں جو ہم تک چشم دید اور اخباری بیانات سے پہنچی ہیں بڑا سخت اختلاف ہے۔ شروع جنگ سے اب تک نہ معلوم کتنے واقعات ہیں جو آپ کے لئے انہیں مختلف روایات کے ذریعہ سے یقین کے درجے پر بھی پہنچ گئے۔ پولینڈ پر جرمنی کا قبضہ، بلجیم کا خاتمہ، فرانس کی شکست، ناروے، ڈنمارک، ہالینڈ اور یونان وغیرہ پر دشمن کا تسلط، روس کے بہت سے علاقوں پر جرمنی کا غلبہ، افریقہ میں فتح وشکست کے الٹے پلٹے، رضا شاہ کی معزولی و نظر بندی، عراق کی بغاوت اور رشید عالی کا انجام، یہ سب باتیں اس وقت ایسی ہی یقینی ہیں جیسے آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہوں، نہ روایتوں کا اختلاف اس یقین کو روک سکا، نہ روایتوں کا بازیچۂ طفلاں ہونا سدِ راہ ہو سکا۔

گذشتہ واقعات میں کوئٹہ کا زلزلہ، جلیاں والا باغ کا واقعہ، ۱۸۵۷ء کا غدر، دہلی کی سلطنت کا خاتمہ، بہادر شاہ کی معزولی اور نظر بندی، اکبر کی رواداری اور انتظام کی خوبی، عالم گیر کی آس پاس کے ملکوں پر فوج کشی وغیرہ وغیرہ، ہزاروں ایسے واقعات ہیں جو مختلف روایات ہی کی بنا پر حد یقین تک پہنچے ہیں۔ روایتوں کے اختلافی ہونے سے یہ نتیجہ تو نہیں نکالا جاتا کہ اصل واقعہ ہی غلط ہے بلکہ اصل واقعہ صحیح مان لیا جاتا ہے۔ صرف اس کے تفصیلات میں شک وشبہہ رہتا ہے جب تک کہ کوئی کامل

وثوق سامنے نہ آجائے۔

سوال میں خود اس مثال کو پیش کیا گیا ہے کہ رسولؐ کے افعال میں سب سے مقدم طریق نماز ہے اور حادثات میں سب سے عظیم تر وفات رسولؐ ہے، مگر احادیث اس بارے میں ہم زبان نہیں ہیں۔ مگر اس ہم زبان نہ ہونے سے یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا کہ نماز کوئی حقیقت ہی نہ رکھتی تھی اور وفات رسولؐ ہوئی ہی نہیں۔ پھر جبکہ نماز ایسے اہم حکم اور وفات رسولؐ ایسے اہم واقعہ میں اختلاف کا پیدا ہونا اصل واقعہ کی صحت میں خلل انداز نہیں ہوا تو اگر کسی دوسرے حکم یا واقعہ کے تفصیلات میں اختلاف ہو تو اس سے اصل واقعہ کی صحت پر کیا اثر پڑسکتا ہے، بلکہ اگر تمام روایتیں باوجود اپنے طرح طرح کے اختلافات کے واقعہ کے ثبوت میں متفق ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اصل واقعہ تو ثابت ہے۔ تفصیلی واقعات ہمیں معلوم نہ سہی۔

وفات رسولؐ کے متعلق ہر مسلمان اتنا یقین کرتا ہے کہ صفر کی ۲۸ ر سے ربیع الاول کی بارہ تک کی تاریخوں میں منحصر ہے۔ یہ نتیجہ ہے انہیں مختلف روایتوں کا جو اس ایک دائرہ کے اندر محدود و متفق ہیں۔ نماز کے متعلق یہ یقینی ہے کہ وہ پانچ وقت کی ہے۔ فلاں وقت اتنی رکعت اور فلاں وقت اتنی رکعت ہے۔ قیام وقعود، رکوع اور سجود پر مشتمل ہے۔ یہ جتنی باتیں یقینی طور پر ثابت ہوگئیں کیوں کر ثابت ہوئیں۔ انہیں مختلف روایتوں کے متفقہ بیانات سے۔

پھر اسی طرح اگر کسی آیت کے شانِ نزول، کسی معجزے کے وقوع، کسی عام حکم کی تخصیص یا کسی مطلق کی تقیید میں روایات کے اندر کسی حد تک تفصیل میں اختلاف ہو، لیکن اجمال پر سب متفق ہوں تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے کہ یہ شانِ نزول، یہ معجزہ، یہ تخصیص اور تقیید غلط ہے اور یہ کہ ہم کو بس قرآن کی آیتوں پر عمل کرنا چاہئے اور حدیثیں سراسر بے وقعت اور دور از حقیقت ہیں۔

غور کیجئے تو قرآن کریم خود ہم تک انہی انسانوں کے ذریعہ سے پہنچا ہے جن کے بیانات کو احادیث کے بارے میں سراسر بے وقعت اور دور از حقیقت بتلایا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی نوعیت، نزول، آیات کے موقع ورود اور ترتیب وغیرہ میں ویسے ہی بیانات کے اختلاف ہیں جیسے کہ احادیث میں عموماً بتلائے جاتے ہیں، مگر ان اختلافات کے باوجود اصل قرآن کے سامنے سر تسلیم خم کیا جانا ضروری ہوا۔ پھر ایسے ہی کسی دوسرے واقعہ کے تفصیلات میں اگر بیانات کا اختلاف ہو تو اصل واقعہ کو نظر انداز کیسے کیا جاسکتا ہے؟

یہ بھی غلط ہے کہ اسلام میں مختلف فرقے انہیں حدیثوں کی کرامت ہیں بلکہ اکثر اختلافات قرآنی آیتوں کے مختلف معانی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز میں پیروں کا دھونا یا مسح کرنا اَرْجِلِكُمْ اور اَرْجُلَكُمْ کی مختلف قرأتوں سے متعلق ہے۔ حیات وموت مسیح کا مسئلہ مَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ کے ساتھ پھر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ اور مُتَوَفِّيْكَ کے الفاظ سے متعلق ہے جبر واختیار کا مسئلہ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ اور مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ وغیرہ آیتوں سے متعلق ہے رویت وعدم رویت کا مسئلہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَة اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے متعلق ہے۔ تجسیم وتنزیہ کا مسئلہ يَدَانِ مَبْسُوْطَتَانِ اور لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وغیرہ سے متعلق ہے۔ عصمت انبیاءؑ کا مسئلہ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ کی موجودگی میں عَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى اور فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ وغیرہ سے متعلق ہے۔ بدا کا مسئلہ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ کے ساتھ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ۔ پردہ کا مسئلہ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ کے ساتھ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے استثناء سے۔ نجاست وطہارت اہل کتاب کا مسئلہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ کے ساتھ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ سے خوارج کے مذہب کی بنیاد اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ پر قائم ہوئی۔ غرض یہ کہ اسلام میں تقریباً کوئی اختلافی مسئلہ ایسا نہیں ہے، خواہ وہ اصول دین سے متعلق ہو یا فروع دین سے، جس میں طرفین نے آیات قرآنی سے صحیح یا غلط

طور پر استدلال نہ کیا، پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مختلف فرقے حدیثوں کی کرامت ہیں اور اس لئے حدیثوں کو نظر انداز کرنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ماخذ منقولی عقائد، احکام اور تاریخی واقعات سب شعبوں میں دو ہیں: قرآن اور حدیث۔ قرآن اجمال کا پتہ دیتا ہے اور احادیث سے اس کی تفصیل ہوتی ہے، اس لئے نہ قرآن ہی کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، نہ احادیث کو۔ خود قرآن نے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا کے الفاظ میں اور اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کے فرمان میں اپنے علاوہ ایک دوسرے ماخذ کی طرف رجوع کا حکم دے دیا ہے اس لئے تنہا قرآن کو لے کر احادیث رسول وائمہ کا انکار خود قرآنی فرمان کا انکار ہے۔ قرآن کے برخلاف حدیثیں نہیں مانی جاتیں، مگر جہاں قرآن نے اجمال سے کام لیا ہے وہاں احادیث سے تفصیل، جہاں ابہام رکھا ہے وہاں تعیین، جہاں بظاہر عموم ہے وہاں تخصیص اور جہاں اطلاق ہے وہاں تقیید احادیث سے ہوتی۔ یہ قرآن کی مخالفت نہیں بلکہ اس کی تفسیر ہے جس کے لئے احادیث کی ضرورت ناگزیر ہے۔

علی نقی نقوی عفی عنہ

۱۲ / جمادی الاول ۱۳۶۲ھ

ماخوذ از ماہنامہ الواعظ لکھنؤ، جنوری تا جون ۱۹۴۳ء

(۲) موعظہ وارشاد

انسانی زندگی کا وہ اہم فریضہ جس کے بغیر انسانیت کے نام کا استحقاق نہیں ہوسکتا، وہ موعظہ وارشاد ہے۔ عقل کا حکم قطعی یہ ہے کہ اگر کسی غافل شخص کو کسی ضرر رساں چیز میں مبتلا دیکھے تو متنبہ کر دینا اپنا اخلاقی فرض اور اس کا ترک یقینا اخلاقی جرم ہے بھلا وہ انسان بھی کوئی انسان ہے جو اپنے کسی غافل بھائی کو موجزن دریا یا ابلتے ہوئے کنویں یا جوش مارتی ہوئی سیل کے قریب دیکھے اور خود یہ کہہ کے متنبہ نہ کردے کہ دیکھو دریا ہے کہیں ڈوب نہ جاؤ اور وہ آدمی کب انسان کہے جانے کا مستحق ہے جو اپنے بنی نوع میں سے کسی سوتے ہوئے شخص کے دامن پر آگ کی چنگاری دیکھے یا لباس کو جلتا ہوا پائے اور شانہ نہ ہلا دے کہ اس آگ کو بجھا دو کہیں جل نہ جاؤ۔ اگر ایسا نہ کیا اور وہ بیچارہ غافل یا خوابیدہ شخص پانی میں ڈوب کے یا آگ میں جل کے ہلاک ہوگیا تو یقینا اہل عقل اس شخص کو قابل مواخذہ سمجھیں گے جس نے باوجود قدرت کے اس غافل کے بچنے کی فکر نہ کی۔

اگر بینی و نابینا و چاہست
دگر خاموش بنشینی گناہ ہست

جس طرح دنیوی مضرتوں میں مبتلا ہوتے دیکھ کر بتلانا لازمی ہے اسی طرح اگر کوئی ضرر ان مضرتوں سے بھی زیادہ سخت ہو اور اس میں کوئی غافل مبتلا ہو تو متنبہ کر دینا بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے اور چونکہ عقل وادراک اور فہم وہوش خدا کا عطیہ ہے اور اس کی کمی و زیادتی اسی کے خزانہ سے ہے لہٰذا ہر شخص کو اپنی عقل وفہم سے کام لینا چاہئے اور اگر دوسرے کو کسی خلاف عقل کام میں مشغول دیکھے تو بشرط امید اثر وحفظ ضرر ٹوک دینا لازم، اس لئے کہ خدا نے جتنی نعمتیں جسم میں عطا کی ہیں ان کا مطلوب یہی ہے کہ انسان جس طرح خود ان سے نفع اٹھائے اسی طرح دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ بازو میں قوت ہے تو اس لئے کہ اگر اپنا بوجھ اٹھاؤ تو جو کمزور اپنی دستگیری کو کہے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لو۔ اگر کسی کو گرتے دیکھو تو اس کو سنبھال لو۔ پاؤں ہیں تو اس لئے کہ صرف اپنے حوائج میں صرف نہ ہوں بلکہ اسی کے ساتھ ساتھ اگر کوئی محتاج کوئی کام لینا چاہے تو ان پیروں کی قوت کو عزیز نہ کرو اور اگر ایسا نہ ہو اور معاونت باہمی اور فائدہ رسانی کا دروازہ بند ہوجائے تو نظام عالم بگڑ جائے گا اور ہستی انسانی فنا ہوجائے گی اس لئے کہ انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے۔ بغیر تمدن کے اس کی بقا نہیں ہوسکتی۔ ایک لقمہ انسان کے شکم میں نہیں جاسکتا جس وقت تک کہ ایک کثیر جماعت اس کے مقدمات میں اس کی اعانت نہ کرے مثلاً اگر کوئی شخص بغیر معاونت غیرے اپنے طعام کی فکر کرنا چاہے تو پہلے دانہ گندم کی

تحصیل کرے، پھر زمین کو درست کرے اور اس میں صلاحیت پیدا کرے کہ جو چیز اس میں بوئی جائے وہ سرسبز ہو، پھر تخم ریزی کرے، پھر اس کی آبیاری کرتا رہے، پھر خود ہی اس زراعت کے تیار ہونے کے بعد اس کو کاٹے پھر اس کا آٹا پیسے، پھر خود ہی اس کی روٹیاں پکائے اور اتنے مقدمات کے بعد ایک لقمۂ نان اپنے شکم تک پہنچائے اور یہ محال ہے کہ اتنے عرصہ تک ایک انسان بغیر غذا کے زندہ رہ سکے۔ اسی طرح اور اسباب تعیش لباس ومکان وغیرہ بھی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ایک انسان اگر اپنے تمام ضروریات کو بغیر مشارکت غیر انجام دینا چاہے تو عمر ختم ہوجائے اور اعضا فنا ہوجائیں مگر ایک ضرورت بھی پوری نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ بقائے نوع انسان موقوف ہے اس امر پر کہ ایک دوسرے سے اپنی قوتوں کو عزیز نہ کرے اور ایک دوسرے کی اعانت کرے اور اجتماع باہمی سے کام ہوتا رہے اور جب یہ ثابت ہوا کہ انسانی قوتیں جس طرح اپنی منفعت کے لئے عطا ہوئی ہیں اسی طرح دوسروں کی اعانت بھی ان کی غرض خلقت میں شامل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عقل اور قوائے دماغی صرف اپنی منفعت کے لئے عطا ہوئے ہوں بلکہ یہ بھی اسی لئے ہیں کہ اگر دوسرے کو احتیاج ہو تو اس کو اپنے عقل ودماغ سے ضرور فائدہ پہنچاؤ اور اگر دوسرا شخص کسی ضرررساں کام میں مبتلا ہو عام اس سے کہ اس کے ضرر سے واقف نہ ہو اور اس کی مضرت کا تعقل ہی نہ کرتا ہو یا یہ کہ ضرر کا احساس تو اس کو ہو مگر خواہش نفس نے عقل پر پردہ ڈال دیا ہو اور شہوات نے مقتضائے عقل کے خلاف عمل پیرا ہونے پر آمادہ کردیا ہو۔ دونوں صورتوں میں جو شخص اس شے کی مضرت کی طرف متوجہ ہو اس کو ایسے اسباب مہیا کرنا چاہئیں کہ وہ شخص اس امر مضر کا مرتکب نہ ہو یا اگر مرتکب ہے تو آئندہ سے ترک کردے۔ اگر اس کو معلوم نہیں ہے تو بتلائے۔ اگر اس کو معلوم ہے مگر کسی وجہ سے متوجہ نہیں ہے تو اس میں التفات پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اسی کا نام موعظہ وارشاد ہے۔ چونکہ صدر کلام میں ہم نے ثابت کیا تھا کہ عام مضرتوں سے غافل شخص کا بچانا عقلاً لازم ہے لہٰذا ضرررساں اعمال پر متنبہ کردینا کہ یہ فعل نہ کرو ورنہ اس مضرت میں مبتلا ہوجاؤ گے، عقلی فریضہ ہے، اس لئے کہ ہم عدلیہ امامیہ کا مسلک یہ ہے اور بہ ادلۂ قاطعہ ثابت ومتحقق ہے کہ احکام کی مشروعیت حسن وقبح ذاتی پر مبنی ہے یعنی ہر شے میں ایک خاص اچھائی اور برائی بھی ہے جو تعلق امر ونہی الٰہی کا منشا ہوئی ہے، نماز میں ایک ذاتی حسن تھا اسی وجہ سے خدا نے اس کو واجب کیا اور خمر میں ایک خاص ضرر تھا جو منشا ہوا اس کا کہ خداوند عالم نے اس سے نہی فرمائی، اور اگر افعال میں ذاتی مصلحت ومفسدہ نہ ہو اور بقول اشاعرہ حسن وقبح اشیاء محض جعل و خلق خدا سے پیدا ہوا ہو باین معنی کہ نماز کو خدا نے واجب کیا اس وجہ سے اس میں حسن پیدا ہوگیا اور خمر کو جناب باری نے حرام کیا اس وجہ سے وہ قبیح ہوگئی تو ترجیح بلا مرجح اور عبث لازم آئے گا اس لئے کہ جب بنابراس کے قبل تعلق وجوب وحرمت کے اشیا میں کچھ بھی نہ تھا نہ مصلحت نہ مفسدہ تو پھر صلوٰۃ سے تعلق وجوب اور شراب سے حرمت کیوں متعلق ہوئی حالانکہ خدا حکیم علی الاطلاق ہے اور اس کے افعال معلل باغراض ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر مامور بہ کے فعل میں مصلحت ہے اور ہر منہی عنہ کے ترک میں مفسدہ ہے بنا بریں اگر کوئی شخص کسی فعل محرم میں مبتلا ہو تو وہ یقیناً مضرت جو اس کے دامن کے ساتھ وابستہ ہے رونما ہوگی اور یہ شخص اس ضرر میں مبتلا ہوگا لہٰذا جس طرح کسی کو آگ کے قریب دیکھ کر اس کو بتلا دینا عقلاً لازم ہے اسی طرح کسی کو فعل محرم میں مبتلا ہوتے دیکھ کر اس کا ملتفت کرنا اپنا فریضہ ہے اور اگر اس مفسدۂ ذاتیہ سے قطع نظر کی جائے اور صرف اخروی ضرر کو پیش نظر رکھا جائے تب بھی جب معمولی مضرتوں سے حفاظت کے لئے اور دنیوی آگ سے بچنے کے لئے تنبیہ کو عقل لازم کہتی ہے کہ دوسرے کو حتی الوسع ہلاکت سے بچاؤ تو وہ مضرتیں جو ان دنیوی مضرتوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں اور وہ آگ جو اس آگ سے کہیں زیادہ شعلہ ور ہے۔ **وقودھا الناس والحجارۃ** اس میں مبتلا ہونے سے بنی نوع کی حفاظت کرنا اور متنبہ کرنا یقیناً زیادہ اہم وواجب ہے۔ ناظرین اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوں گے کہ یہ بیان ہمارا دو دلیلوں سے

مرکب تھا، ایک یہ کہ جب معمولی مضرتوں سے دوسرے کی حفاظت کو عقل لازم کہتی ہے تو اس سے زیادہ سخت مضرت سے روکنے کو عقل کہاں تک واجب نہ کہے گی۔ دوسرے جتنی نعمتیں خدا نے دی ہیں وہ دوسروں کی منفعت کے لئے بھی ہیں لہٰذا نعمت عقل کا بھی مصرف صحیح یہ ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچایا جائے اور عقل سے منفعت پہنچانے کا طریقہ موعظہ ہے۔

ضرورت وعظ پر تیسری دلیل

یہ ظاہر ہے کہ اعمال حسنہ کا فعل اور افعال قبیحہ کا ترک مطلوب جناب اقدس الٰہی ہے اور اس کو محبوب ہے کہ اس کے بندہ اس کے اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے دامن کش رہیں اور عقل اس پر شاہد ہے کہ ایک سلطان کے ہر متوسل یا منعم علیہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ افراد عالم میں ایسے امور کو شائع کرے جو مرغوب طبع سلطان اور اس کے منشا کے موافق ہوں تا کہ اس کا تقرب بارگاہ سلطانی میں زیادہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ سلطان کی نظر مرحمت یقیناً اپنے اس نیک بندہ پر نسبتاً زیادہ ہوگی جو خلاف مرضی سلطان کام ہوتے دیکھ کر منع کرے اور جو غلام کسی شخص کو ناگوار طبع سلطان کام کرتے دیکھ کر بطیب خاطر اس پر ساکت رہے وہ مستحق انعام نہ ہوگا۔ اور یہ نظر امتیاز اس کی یقیناً موافق عقل ہے اور اس حکم عقلی کے بعد کوئی وجہ نہیں ہے کہ ملک الملوک اور سلطان السلاطین کے موافق مرضی امور کا عالم میں منتشر کرنا اپنا فریضہ نہ ہو یقیناً ہر طاعت شعار بندہ کا یہ فریضہ ہے کہ اگر وہ کسی کو اپنے مالک کی نافرمانی کرتے دیکھے تو حتی الامکان کوشش کرے کہ وہ مطیع ہو جائے، بلکہ مقتضائے فطرت یہ ہے کہ جو شخص صدق دل سے اپنے مالک کا مطیع و متبع ہوگا وہ مالک کی نافرمانی ہوتے دیکھ کر غضبناک اور اس نافرمان سے بیزار ہوگا اور اسے روکے گا اور جو شخص بطیب خاطر اس نافرمانی کو دیکھے گا وہ اپنے مالک کی نافرمانی پر راضی سمجھا جائے گا چنانچہ اسی وجہ سے احادیث میں وارد ہے **الراضی بفعل قوم کفاعلہ** جو کسی قوم کے فعل پر راضی رہا ہو وہ مثل اس شخص کے ہے جو اس فعل کا مرتکب ہوا لہٰذا ہر مخلص بندہ کی بندگی کا مقتضا یہ ہے کہ معصیت کرنے والوں کو حتی الامکان معصیت سے روکے اور کم سے کم اس امر کی طرف متوجہ کرے کہ یہ فعل خلاف مرضی مولیٰ ہے پھر اس کے بعد اگر وہ عمل نہ کرے تو بتلانے والا ذمہ دار نہیں اور **وما علینا الا البلاغ** کا عذر درست ہے اور یہی مفاد ہے **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** کا جو ہر مومن کا فریضہ ہے۔

چوتھی دلیل

جس طرح امراض جسمانی کے لئے جسمانی اطبائے حذاق کی ضرورت ہے اسی طرح روح کے بھی کچھ امراض ہیں جن کے لئے اطبائے روحانی کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ جسمانی صحت سے زیادہ روحانی صحت کی ضرورت ہے اس لئے کہ جسم فانی اور روح باقی رہنے والی شے ہے لہٰذا اگر روح میں مرض عصیاں پیدا ہو جائے تو اس کے دفعیہ کے لئے ان اطبا کی ضرورت ہے جو روحانی علاج سے واقف ہوں ان کا کام یہ ہے کہ وہ روح کے مرض کو دور کریں اور اس کی صحت کے اعادہ میں کوشاں ہوں جس طرح طبیب جسمانی کا فرض ہے کہ وہ پوری توجہ سے مریض کا علاج کرے اسی طرح ان لوگوں کا جو ماہرین علاج روح ہوں یہ فرض ہے کہ وہ اپنی پوری توجہ اصلاح روح میں صرف کر دیں اور یہی علاج موعظہ ہے۔ یہ عقلی دلیلیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ لائق موعظہ ہوں ان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے جاہل لوگوں کو موعظہ و ارشاد کریں اور ان کو راہ راست پر لگائیں۔ اس کے علاوہ خداوند عالم نے اپنے کلام بلاغت نظام میں اور رؤسائے ملت نے اپنے افادات میں بھی موعظہ کی جانب متوجہ کرنے کا بڑا اہتمام کیا ہے اور وعظ کی جانب ترغیب و تحریص میں بہت سعی کی ہے۔

موعظہ کی اہمیت قرآن مجید سے

جناب باری نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر موعظہ کا حکم دیا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف حث و ترغیب فرمائی ہے۔

پہلی آیت

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِا الۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنۡ۔

اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ اور ان سے اس طرح مجادلہ کرو جو بہتر سے بہتر ہو۔

آیت نے سبیل رب کی طرف سے دعوت کا حکم دیا اور اس کے تین طریقے بتائے۔ حکمت اور موعظۂ حسنہ اور جدال ایسے عنوان سے جو احسن ہو موعظہ کی صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ موعظہ جو حسنہ ہو اور بعنوان خوب کیا جائے معلوم ہوا کہ بعض موعظہ وہ ہیں جو غیر حسن ہیں اور اس کے لئے ایک خاص قاعدہ اور قانون مقرر ہے کہ اگر اس کے مطابق موعظہ ہو تو حسن ہے ورنہ غیر حسن۔ اس کے کیا شرائط ہیں اور کس عنوان سے موعظہ کیا جائے تو حسن ہوگا اس کے لئے بسط کلام کی ضرورت ہے مگر بالاجمال اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ ایک موعظہ کرنے والے اور بتلانے والے کا پہلا فرض یہ ہے کہ جس بات کو بتلائے اور سمجھائے پہلے خود اس پر عامل ہوجائے اور جس بات سے روکے پہلے خود اس کو چھوڑ دے ورنہ ''خفتہ را خفتہ کے کند بیدار'' موعظہ اسی وقت مفید ہوسکتا ہے کہ انسان دوسروں پر اثر ڈالنے کے ساتھ خود بھی متاثر ہو اور جو بات کہے وہ دل سے کہے الکلام اذا خرج من القلب دخل فی القلب کلام جب دل سے نکلتا ہے تب دوسرے دل میں اثر پیدا کرتا ہے اور اگر صرف زبان سے خارج ہوا تو وہ سوائے اس کے کہ سامع کے پردۂ گوش سے ٹکرا کے فنا ہوجائے اور کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ موعظہ موعظۂ حسنہ کہلائے جانے کے قابل جبھی ہے جب پہلے واعظ اپنے تئیں اخلاق کمال سے متصف کرلے۔

خود نا گرفتہ پند مدہ پند دیگراں
پیکاں بہ تیر جا کند انگاہ برنشاں

جناب اقدس الٰہی نے مذمت کی ہے ان لوگوں کی جو بغیر خود عمل کئے ہوئے دوسروں کو امور حسنہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

اَتَأۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ ۔

دوسروں کو نیکی کا حکم کرتے رہو اور خود اپنے تئیں بھولے ہوئے رہو۔ یقیناً وہ لوگ قابل مذمت ہیں جن کی یہ حالت ہے کہ ؎

ترک دنیا بمردم آموزند
خویشتن سیم وغلہ اندوزند

دوسرا فرض واعظ کا یہ ہے کہ اس کا کلام کسی کے لئے بارِ خاطر نہ ہو اور جو الفاظ اس کے منہ نکلیں وہ جبین رضامندی پر شکن نہ لائیں اس لئے کہ کلام سخت و درشت موافق مزاج نہیں ہوتا اور مخالفت مزاج کے بعد سچی بات بھی قابل سماعت نہیں رہتی اور کوئی اثر نہیں ہوتا اسی وجہ سے جب موسیٰ وہارون علیہما السلام دربار فرعون میں جانے لگے ہیں تو حکم خدا ہوا تھا کہ قُوۡلُوۡ لَهٗ قَوۡلاً لَّیِّناً اس سے نرم گفتار کرنا، راز اس میں یہی تھا۔

بہمواری نصیحت بیش در دلہا اثر دارد
ز نرمی قطرۂ باراں در گوش صدف گردد

دوسری آیت

سب سے بڑھ کے اہمیت وعظ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں خود خداوند عالم کو واعظ کہا گیا ہے اور اس کی طرف وعظ کا استناد کیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَأۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآءِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَیَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَالۡبَغۡیِ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ۔

یقیناً خداوند عالم انصاف اور احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی سے اور برے کاموں سے اور ظلم سے روکتا ہے اور تم کو وعظ ونصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

تیسری آیت

قرآن مجید کو موعظہ کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ وَهُدًی وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

اے گروہ مردم! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی

طرف سے موعظہ اور دل کے مرضوں کی شفا اور مومنوں کے لئے ہدایت ورحمت آئی ہے۔

معلوم ہوا کہ وعظ اتنی اہم چیز ہے کہ خود خداوند عالم نے اس کو اپنے متعلق پسند فرمایا ہے اور یہ خدا کا کام ہے۔ خوشا بحال ان ہستیوں کا جو موعظہ کو انجام دے کے خدائی کام کو پورا کریں۔

اس مضمون کو ہم اسی مقدار پر ختم کرتے ہیں آئندہ ہم انشاء اللہ واعظین راہ احدیت کی سرگرمیاں اور ان کے کارنامے ناظرین کے سامنے پیش کریں گے کہ اہل دین نے کس کس طرح موعظہ کہا ہے۔ انبیاءؑ کے موعظہ کی شان کیا تھی پھر اوصیا کے موعظہ کی کیا صورت تھی پھر تابعین ائمہ نے کس کس شان سے وعظ فرمایا ہے۔

ماخوذ از الواعظ لکھنؤ، شوال وذیقعدہ ۱۳۴۳ھ رمئی وجون ۱۹۲۵ء

(۳) وجود حجت کے متعلق کچھ شبہات اور ان کے جوابات

حضرت حجتؑ کے وجود کے متعلق موجودہ زمانہ میں جو بحثیں پیدا کی جاتی ہیں وہ سب ہر پھر کر تین پہلوؤں پر آجاتی ہیں۔

(۱) ایک ایسی ہستی کا جس کے مشاہدہ سے ہم قاصر ہیں اقرار کس طرح کریں؟

۲۔ اتنے عرصہ تک کسی انسان کا زندہ رہنا کیسے ممکن ہے؟

۳۔ پردہ غیبت میں رہ کر آپ کی موجودگی کا فائدہ کیا ہے؟

ان امور کے متعلق، میں متفرق طور سے اپنی متعدد کتابوں میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ یہاں بالاختصار ہر امر کے بارے میں عرض ہے۔

ہم مشاہدہ سے قاصر ہیں تو مانیں کس طرح؟ جس طرح مذہب کی دیگر باتوں کو مانا۔ اس لئے کہ وجود حضرت حجتؑ کی بحث میں ہمارا کوئی فریق، کوئی لامذہب دہری یا نیچری نہیں ہوگا۔ وہ تو خدا ہی کے وجود کو نہیں مانتا۔ پھر رسالت اور امامت کی بحث کی اس سے کیا توقع ہے۔ وجود حضرت حجتؑ میں ہمارا فریق وہی ہے جو خدا اور رسولؐ کو مانتا ہے۔ اس لئے ہمارا یہ کہنا اس سے درست ہے کہ تم نے خدا کو مانا اور آنکھ سے نہیں دیکھا۔ جزا وسزا یعنی روز آخرت کو مانا اور خود آنکھ سے نہیں دیکھا۔ رسولؐ کو مانا اور خود آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ پھر امام آخر کو ماننا بغیر آنکھ سے دیکھے ہوئے تمہارے ذوق تحقیق پر بار کیوں ہوتا ہے؟

حقیقتاً مذہب کی تو بنیاد ہی حس ومشاہدہ سے بالاتر امور پر قائم ہوتی ہے۔ اگر تم مشاہدے کے آگے کچھ نہیں ماننا چاہتے تو سرے سے مذہب ہی کا انکار کردو۔ مذہب کو ماننے کے بعد پھر حضرت حجتؑ کے وجود میں یہ عذر پیش کرنا اصولی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔

دوسرا سوال کہ اتنے عرصہ تک کسی انسان کا زندہ رہنا مشاہدات کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تمام وہ عجیب ایجادیں جو اس وقت نظر آرہی ہیں سب پچاس ساٹھ برس پہلے مشاہدات کے خلاف تھیں مگر آج ان کے وقوع نے بتلادیا کہ انسانی مشاہدہ کے ہزاروں لاکھوں برس تک بھی کسی شے کے احساس سے قاصر رہنے کے باوجود وہ شے محال نہیں سمجھی جاسکتی۔

جہاں تک ہم نے تحقیق کیا ہے مقدار عمر کے متعلق اب تک کوئی معیار مقرر نہیں ہوا ہے۔

ڈاکٹروں سے پوچھئے تو معلوم ہوگا کہ مشاہدات سے معلوم ہوا ہے کہ باعتبار اوسط تمام دنیا میں سب سے زیادہ عمر ہر مذہب کے روحانی پیشواؤں کی ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ روحانی مشاغل کی زیادتی طول عمر کا باعث ہے۔ حالانکہ یہ بالکل ناقص روحانیتیں ہیں جن میں مادہ کا عنصر بہت غالب ہے۔ پھر جب اس ناقص روحانیت کا کرشمہ یہ نمودار ہوتا ہے تو اگر روحانیت کمال کے درجہ پر ہو اور مادی جذبات بالکل برائے نام ہوں تو اس صورت میں عمر کی مقدار کا زائد ہونا خلاف عقل نہیں ہے، بلکہ مذکورہ تجربہ اور مشاہدہ کے بالکل مطابق ہے۔

حکیموں یعنی اطبائے یونانی سے پوچھئے تو وہ کہیں گے کہ اعتدال مزاج جتنا زیادہ ہوگا اتنا عمر میں طول پیدا ہوسکے گا اور

اس کے لئے ضرورت اعتدال غذا، اعتدال آب وہوا اور اعتدال ریاضت کی ہے۔ اور جب یہ باتیں موجود ہوں تو صحت کا قائم رہنا کوئی عجب چیز نہیں ہے۔

اس معیار پر بھی معصومینؑ کی عمر میں غیر معمولی طول ہونا کوئی امر خلاف عقل نہیں ہے۔ کیونکہ ان سے بڑھ کر شرائط اعتدال کا محافظ کوئی نہیں ہوسکتا۔

دنیا کا مشاہدہ چاہے کچھ ہو۔ ہمارا تو مشاہدہ یہ ہے کہ ہمارے معصومینؑ میں سے کوئی بھی اپنی موت سے دنیا سے نہیں گیا بلکہ ہر ایک کا یا تلوار سے کام تمام کیا گیا یا زہر دیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک میں مقتضی بقاء موجود تھا۔ مگر مانع اس مقتضی کی تاثیر کو روکتا تھا۔

بارہویں امامؑ کو خدا نے حجاب غیبت میں رکھ کر مانع کے وجود کو روک دیا۔ اس لئے مقتضی اپنی تاثیر میں کامیاب ہو گیا۔

تیسرا سوال یہ کہ پردہ غیبت میں ان کے وجود کا فائدہ کیا ہے؟ اس کو بڑی تفصیل سے میں نے رسالہ ''وجود حجت'' میں لکھا ہے کہ ان کے پہلے گیارہ امام بھی سب بحیثیت امام ہمیشہ پردۂ غیب میں رہے مگر کام اپنا کرتے رہے۔ پھر اگر امام پردۂ غیبت میں ہیں تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ اپنا کام نہیں کر رہے ہیں۔

کام کے لئے اور فائدہ پہنچانے کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ دنیا پہچان لے کہ یہ ایک امام ہے جو بحیثیت امام اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ بلکہ جیسے بقیہ ائمہ نے کبھی مشیر کار کے لباس میں، کبھی مفتی کی صورت میں کبھی قاضی کی حیثیت سے کبھی بادشاہ بن کر اور کبھی ولی عہد ہو کر بلکہ کبھی قیدی کی صورت میں اور کبھی مظلوم کی شکل میں اپنا فرض پورا کیا اسی طرح امام عصرؑ بھی پورا کر سکتے ہیں۔

حقیقت میں اس قسم کے سوالات سب نہ ماننے کے بہانے ہیں اور غیر مذہب مسلمانوں میں جو وجود حضرت حجتؑ کے بارے میں بحث کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں بہت پسند آیا مجھے ایک ایرانی کا قول کہ جب ان سے کسی نے اس پر گفتگو چاہی تو انہوں نے کہا۔

''یازدہ تا را قبول بکنید۔ دوازدہم را از شما نمی خواہم''

مطلب یہ ہے کہ تمہیں در اصل دونوں طرح کے نظام کو جانچنا چاہئے۔ ایک نظام خلافت جس کے اہلسنت قائل ہیں اور دوسرے نظام امامت، جس کے شیعہ قائل ہیں اگر تم اس نظام کو صحیح سمجھتے ہو تو گیارہ اماموں کی امامت تسلیم کرلو پھر بارہویں کے متعلق بحث کرنا کہ وہ پیدا ہو چکے یا نہیں اور کیسے زندہ ہیں اور کس طرح غائب ہیں اور اگر تم اس نظام ہی کے قائل نہ ہوئے اور سرے سے ہی دوسرے نظام کے قائل ہو گئے تو حضرت حجتؑ کے وجود پر اعتقاد کی نوبت نہ آئے گی، اس لئے یہ بحث بیکار ہوگی۔'' (ماخوذ از ماہنامہ الواعظ لکھنؤ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ نومبر ۱۹۴۳ء)

(۴) واقعہ کربلا پر اردو زبان کا لٹریچر

واقعہ کربلا کو ۱۳۶۱ھ میں پورے تیرہ سو برس ہو گئے۔ اور اب چودھویں صدی شروع ہو چکی ہے۔ اس طولانی مدت میں اس کا تذکرہ اتنی زبانوں پر اور شکلوں میں آیا جس کا صحیح اندازہ بھی مشکل ہے۔ کائنات کے واقعات امتداد زمانہ کے ساتھ رفتہ رفتہ مٹتے جاتے ہیں اور ان کی یاد فراموش ہوتی جاتی ہے مگر یہ کربلا کے یادگار کارنامہ کی خصوصیت ہے کہ رفتار زمانہ کے ساتھ اس کے تذکرہ کی شکلوں میں تنوع پیدا ہوتا رہا ہے اور اس میں کمی نہیں بلکہ برابر اضافہ ہو رہا ہے۔

خود کارگاہ ہستی کی بے زبان مخلوق نے اپنے اپنے انداز میں اس غم کو الگ منایا جس کے لئے سورج کا گرہن، ہوا کا تموج، آسمان کا خونیں رنگ شفق اور زمین و دیوار کا لہو کا خلعت الگ الگ مظاہر ماتم تھے۔ قوت گویائی رکھنے والے ذی روح نے بھی کارخانۂ ایجاد کے ان گونا گوں تاثرات سے سبق لیا اور اپنی جداگانہ اور مختلف صلاحیتوں کے ساتھ اس غم کے اظہار کا بیڑا اٹھایا۔

نظم اور نثر کے دو شعبے تو پہلے ہی الگ الگ ہیں اور زبانوں

کا اختلاف اور تنوع یہی ایک مستقل اور نمایاں حقیقت ہے لیکن ہر زبان میں نظم اور نثر کے ہر شعبہ میں جس وسعت و کثرت کے ساتھ واقعات کربلا کے اظہار میں تفنن اور تنوع پیدا ہوا ہے اس کی مثال کسی دوسرے شعبہ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔

یہ عجیب بات ہے اور میں اسے غم حسینؑ کا ایک زندہ اعجاز سمجھتا ہوں کہ انسان کی طبیعت مسرت دوست اور غم ناپسند ہے، رنج و ملال سے مزاج انسانی علٰحدگی چاہتا ہے اور مقدور بھر اپنے سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ اگر اتفاق سے کوئی غم واندوہ اس پر چھا تا بھی ہے تو وہ غم غلط کرنے کی کوشش کرتا اور دل کو بہلانے اور تاریخ کو بھلانے کے ذرائع تلاش کرتا ہے۔

مگر غم حسینؑ فطرت کے اس اصول سے مستثنٰی ہے۔ اہل دل اس غم میں ایک کیف محسوس کرتے ہیں اور اس لئے اس کی تجدید کے ذرائع ڈھونڈھتے رہتے ہیں اور اپنے ذہن ودماغ کی اعلٰی طاقتوں کو اس کے نقوش کے نمایاں کرنے میں صرف کرتے رہے ہیں۔

یوں تو چاہے نظم ہو اور چاہے نثر، ذکر حسینؑ میں تقدم بہر حال عربی زبان کو حاصل ہے کیونکہ واقعۂ کربلا کا وقوع عرب کی سرزمین پر تھا اور براہ راست عرب قوم ہی کی تاریخ کا ایک اہم جزو تھا، اس لئے اس سے تاثر بھی دنیائے عرب کو سب سے زیادہ ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کہ اہل بیت رسولؐ کی خود فطری زبان عربی ہی تھی، اس لئے خود اس گھرانے والوں کی زبان پر بھی جو واقعہ کربلا کا تذکرہ آیا خواہ نثر میں ہو یا نظم میں وہ عربی ہی میں تھا۔

اور دوسرا درجہ فارسی نے حاصل کرلیا کیونکہ اسلام اور تشیع نے عرب سے آگے بڑھ کر جو اثر قائم کیا وہ فارس کی سرزمین پر، اس لئے حضرت سید الشہدؑاء کے واقعات شہادت سے متأثر ہوکر انہوں نے جب نوحہ وفغاں شروع کیا تو وہ فارسی زبان میں۔

ہماری اردو زبان تو ہندوستان میں ایرانی مہاجرین کی بودوباش اور ان کے اس ملک والوں کے ساتھ ایجاد کی ایک یادگار ہے اور اس کی نظم اپنے اسلوب وطرز کے لحاظ سے فارسی کی دختر نیک اختر ہے، اس لئے کہ اس کو غم حسینؑ میں اپنے جذبات کے اظہار کا سب سے آخر میں موقع ملا ہے، مگر یہ ایک حقیقت ثانیہ ہے کہ ہندوستان کی اردو زبان نے ذکر حضرت سید الشہدؑاء کے لئے خاص طور پر جتنے اقسام وانواع کی تشکیل کردی ہے اس کی مثال عربی وفارسی میں ہرگز نہیں مل سکتی۔

نثر میں تذکرۂ حضرت سید الشہدؑاء کے مختلف انداز جو حدیث خوانی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، ان کا تذکرہ اس وقت منظور نہیں ہے۔ نظم میں واقعہ، سلام، سوز، مرثیہ اور نوحہ مختلف طرح کی چیزیں ایجاد ہوئیں جن میں موقع ومحل کے تقاضے سے اہل ذوق نے ندرت آفرینی کی کوشش کی اور اس کے علاوہ اس طرح کی بھی نظمیں اس سلسلے میں ہوئیں اور ہوسکتی ہیں جو ان تمام عناوین سے خارج ہوں کیونکہ حسن طبیعت ''کرشمۂ ناز خرام'' ہی نہیں ہے بلکہ "صد شیوہ ایست بہر حسینان کہ نام نیست"

آج کل کے بہت سے نوحے'' میرے نزدیک حسن طبیعت کا ایک ایسا ہی ''شیوہ'' ہیں جنہیں میں کوئی نام دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ نوحہ کے ضروری عناصر ہیں، سادگی، صفائی، آسانی، سوز وگداز اور درد و تاثیر۔ یہ چیزیں شاعرانہ نازک خیالیوں اور ادیبانہ پرکاریوں سے کبھی پیدا نہیں ہوسکتیں۔

اس مقصد کو قدیم زمانہ کے نوحے بہت زیادہ پیدا کرتے تھے، آج بھی جب اس زمانہ کا کوئی نوحہ پڑھا جاتا ہے تو اثر کا عالم ہی دوسرا ہوتا ہے۔

موجودہ زمانہ کا ''نوحہ'' جس میں غزلوں کی طرح کو پیش نظر رکھ کر مضمون آفرینی وجدت نگاری کا حق ادا کیا جاتا ہے، اس سے ''سامعہ'' کو کتنا ہی لطف حاصل ہو مگر اس سے وہ اثر پیدا نہیں ہوتا جو نوحہ کا اصلی مقصد تھا۔ یوں سمجھئے کہ اس میں سب کچھ ہے ''نوحہ'' ہی نہیں ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۳ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

زیارت ناحیہ مقدسہ (معروفہ)

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلسَّلَامُ عَلیٰ اٰدَمَ صَفْوَةِ اللهِ مِنْ خَلِیْقَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ شِیْثٍ وَّلِیِّ اللهِ وَخِیَرَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ اِدْرِیْسَ الْقَائِمِ بِحُجَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ نُوْحِ نِ الْمُجَابِ فِیْ دَعْوَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ هُوْدِ نِ الْمَمْدُوْدِ مِنَ اللهِ بِمَعُوْنَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ صَالِحِ نِ الَّذِیْ تَوَجَّهَهُ اللهُ بِكَرَامَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ اِبْرَاهِیْمَ الَّذِیْ اِجْتَبَاهُ اللهُ بِخُلَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ اِسْمٰعِیْلَ الَّذِیْ فَدَاهُ اللهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ مِنْ جَنَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ اِسْحَاقَ الَّذِیْ جَعَلَ اللهُ النُّبُوَّةَ فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ یَعْقُوْبَ الَّذِیْ رَدَّ اللهُ عَلَیْهِ بَصَرَهٗ بِرَحْمَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ یُوْسُفَ الَّذِیْ نَجَّاهُ اللهُ مِنَ الْجُبِّ بِعَظَمَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مُوْسیٰ الَّذِیْ فَلَقَ اللهُ الْبَحْرَ لَهٗ بِقُدْرَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ هَارُوْنَ الَّذِیْ خَصَّهُ اللهُ بِنُبُوَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ شُعَیْبِ نِ الَّذِیْ نَصَرَهُ اللهُ عَلیٰ اُمَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ دَاوُدَ الَّذِیْ تَابَ اللهُ عَلَیْهِ مِنْ بَعْدِ خَطِیْئَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ سُلَیْمَانَ الَّذِیْ ذَلَّتْ لَهُ الْجِنُّ بِعِزَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ اَیُّوْبَ الَّذِیْ شَفَاهُ اللهُ مِنْ عِلَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ یُوْنُسَ الَّذِیْ اَنْجَزَ اللهُ مَضْمُوْنَ عِدَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ زَكَرِیَّا الصَّابِرِ فِیْ مِحْنَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ یَحْیَی الَّذِیْ اَزْلَفَهُ اللهُ بِشَهَادَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ عُزَیْرِ الَّذِیْ اَحْیَاهُ اللهُ بَعْدَ مَیْتَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ عِیْسیٰ رُوْحِ اللهِ وَكَلِمَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ حَبِیْبِ اللهِ وَصَفْوَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ نِ الْمَخْصُوْصِ بِاُخُوَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ ابْنَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ اَبِیْ مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنِ وَصِیِّ اَبِیْهِ وَخَلِیْفَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْحُسَیْنِ الَّذِیْ سَمَحَتْ نَفْسُهٗ بِمُهْجَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ اَطَاعَ اللهَ فِیْ سِرِّهٖ وَعَلَانِیَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ جَعَلَ اللهُ الشِّفَاءَ فِیْ تُرْبَتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ الْاِجَابَةُ تَحْتَ قُبَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ الْاَئِمَّةُ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلَی ابْنِ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلَی ابْنِ سَیِّدِ الْاَوْصِیَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلَی ابْنِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلَی ابْنِ خَدِیْجَةَ الْكُبْریٰ، اَلسَّلَامُ عَلَی ابْنِ سِدْرَةِ الْمُنْتَهیٰ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ جَنَّةِ الْمَاْویٰ، اَلسَّلَامُ عَلَی ابْنِ زَمْزَمَ وَالصَّفَا، اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُزَمَّلِ بِالدِّمَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَهْتُوْكِ الْخِبَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ خَامِسِ اَصْحَابِ الْكِسَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ غَرِیْبِ الْغُرَبَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ شَهِیْدِ الشُّهَدَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ قَتِیْلِ الْاَدْعِیَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ سَاكِنِ كَرْبَلَاءَ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ بَكَتْهُ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ ذُرِّیَّتُهُ الْاَزْكِیَاءُ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ یَعْسُوْبِ الدِّیْنِ، اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنَازِلِ الْبَرَاهِیْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَئِمَّةِ

السَّادَاتِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْجُيُوبِ الْمُضَرَّجَاتِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الشِّفَاةِ الذَّابِلَا تِ ،اَلسَّلَامُ عَلَى النُّفُوسِ الْمُصْطَلَمَاتِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَرْوَاحِ الْمُخْتَلَسَاتِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَجْسَادِ الْعَارِيَا تِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْجُسُوْمِ الشَّاحِبَاتِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الدِّمَا ءِ السَّائِلَاتِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَ عْضَاءِ الْمُقَطَّعَاتِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الرُّؤُسِ الْمُشَالَاتِ، اَلسَّلَامُ عَلَى النِّسْوَةِ الْبَارِزَاتِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى حُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰبَائِكَ الطَّاهِرِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلٰى اَبْنَا ئِكَ الْمُسْتَشْهِدِيْنَ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلٰى ذُرِّيَّتِكَ النَّاصِرِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُضَاجِعِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْقَتِيْلِ الْمَظْلُوْمِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى اَخِيْهِ الْمَسْمُوْمِ ، اَلسَّلَامُ عَلٰى عَلِيٍّ نِ الْكَبِيْرِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الرَّضِيْعِ الصَّغِيْرِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَ بْدَانِ السَّلِيْبَةِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْعِتْرَةِ الْقَرِيْبَةِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُجَدَّلِيْنَ فِي الْفَلَوَاتِ، اَلسَّلَامُ عَلَى النَّازِحِيْنَ عَنِ الْاَوْطَانِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَدْفُوْنِيْنَ بِلَا اَكْفَانٍ، اَلسَّلَامُ عَلَى الرُّئُوسِ الْمُفَرَّقَةِ عَنِ الْاَ بْدَانِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُحْتَسِبِ الصَّابِرِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَظْلُوْمِ بِلَا نَاصِرٍ، اَلسَّلَامُ عَلٰى سَاكِنِ التُّرْبَةِ الزَّاكِيَةِ ، اَلسَّلَامُ عَلٰى صَاحِبِ الْقُبَّةِ السَّامِيَةِ ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ طَهَّرَ هُ الْجَلِيْلُ ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ افْتَخَرَ بِهٖ جِبْرَئِيْلُ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ نَاغَاهُ فِي الْمَهْدِ مِيْكَائِيْلُ ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مِنْ نُكِثَتْ ذِمَّتُهٗ ،اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُتِكَتْ حُرْمَتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ اُرِيْقَ بِالظُّلْمِ دَمُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُغَسَّلِ بِدَمِ الْجِرَاحِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُجَرَّعِ بِكَاسَاتِ الرِّمَاحِ اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُضَامِ الْمُسْتَبَاحِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَنْحُوْرِ فِي الْوَرٰى، اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ دَفَنَهٗ اَهْلُ الْقُرٰى، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَقْطُوْعِ الْوَتِيْنِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُحَامِيْ بِلَا مُعِيْنٍ، اَلسَّلَامُ عَلَى الشَّيْبِ الْخَضِيْبِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْخَدِّ التَّرِيْبِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْبَدَنِ السَّلِيْبِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الثَّغْرِ الْمَقْرُوْعِ بِالْقَضِيْبِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الرَّ اسِ الْمَرْفُوْعِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَجْسَامِ الْعَارِيَةِ فِي الْفَلَوَاتِ تَنْهَشُهَا الذِّئَابُ الْعَادِيَاتُ وَ تَخْتَلِفُ اِلَيْهَا السِّبَاعُ الضَّارِيَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَایَ وَ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمَرْفُوْفِيْنَ حَوْلَ قُبَّتِكَ الْحَافِّيْنَ بِتُرْبَتِكَ الطَّائِفِيْنَ بِعَرْصَتِكَ الْوَارِدِيْنَ لِزِيَارَتِكَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ قَصَدْتُّ اِلَيْكَ وَ رَجَوْتُ الْفَوْزَ لَدَيْكَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ سَلَامَ الْعَارِفِ بِحُرْمَتِكَ الْمُخْلِصِ فِيْ وَلَايَتِكَ الْمُتَقَرِّ بِ اِلَى اللّٰهِ بِمَحَبَّتِكَ الْبَرِیْٓءِ مِنْ اَعْدَآئِكَ ، سَلَامَ مَنْ قَلْبُهٗ بِمُصَابِكَ مَقْرُوْحٌ وَ دَمْعُهٗ عِنْدَ ذِكْرِكَ مَسْفُوْحٌ سَلَامَ الْمَفْجُوْعِ الْحَزِيْنِ الْوَالِهِ الْمُسْتَكِيْنِ سَلَامَ مَنْ لَّوْ كَانَ مَعَكَ فِيْ لُطُّفُوْفِ لَوَقَاكَ بِنَفْسِهٖ حَدَّ السُّيُوْفِ وَبَذَلَ حُشَا شَتَهٗ دُوْنَكَ لِلْحُتُوْفِ وَ جَاهَدَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَ نَصَرَكَ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيْكَ وَ فَدَاكَ بِرُوحِهٖ وَ جَسَدِهٖ وَمَالِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَرُوْحُهٗ لِرُوْحِكَ فِدَاءٌ وَاَهْلُهٗ لِاَهْلِكَ وَقَاءٌ فَلَئِنْ اَخَّرَتْنِيَ الدُّهُوْرُ وَعَاقَتْنِيْ عَنْ نَصْرِكَ الْمَقْدُوْرُ وَلَمْ اَكُنْ لِمَنْ حَارَبَكَ مُحَارِباً وَلِمَنْ نَصَبَ لَكَ الْعَدَاوَةَ مُنَاصِباً فَلَاَ نْدُبَنَّكَ صَبَاحًا وَمَسَاءً وَلَاَ بْكِيَنَّ لَكَ بَدَلَ الدُّمُوْعِ دِمَآءً حَسْرَةً عَلَيْكَ وَتَأَسُّفاً عَلٰى مَا دَهَاكَ وَتَلَهُّفًا حَتّٰى اَمُوْتَ بِلَوْعَةِ الْمُصَابِ وَ غُصَّةِ الْاِكْتِيَابِ۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتَ الزَّكٰوةَ وَاَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَ طَعْتَ اللهَ وَمَا عَصَيْتَهٗ وَ تَمَسَّكْتَ بِهٖ بِحَبْلِهٖ فَاَرْضَيْتَهٗ وَخَشِيْتَهٗ وَرَاقَبْتَهٗ وَاسْتَحْيَيْتَهٗ وَسَنَنْتَ السُّنَنَ وَ اَطْفَأْتَ الْفِتَنَ وَ دَعَوْتَ اِلَى الرَّشَادِ وَ اَوْضَحْتَ سُبُلَ السَّدَادِ وَ جَاهَدْتَ فِي اللهِ حَقَّ الْجِهَادِ۔

وَ كُنْتَ لِلّٰهِ طَائِعًا وَّ لِجَدِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ تَابِعًا وَّلِقَوْلِ اَبِيْكَ سَامِعًا وَّاِلٰى وَصِيَّةِ اَخِيْكَ مُسَارِعاً وَّ لِعِمَادِ الدِّيْنِ رَافِعًا وَّلِلطُّغْيَانِ قَامِعًا وَّلِلطُّغَاةِ مُقَارِعاً وَّلِلْاُمَّةِ نَاصِحاً وَّفِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ سَابِحًا وَّلِلْفُسَّاقِ مُكَافِحًا وَّبِحُجَجِ اللهِ قَائِمًا وَّ لِلْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ رَاحِماً۔

وَّ لِلْحَقِّ نَاصِراً وَّ عِنْدَ الْبَلَاءِ صَابِراً وَ لِلدِّيْنِ كَالِئًا وَعَنْ حَوْزَتِهٖ مُرَامِيًا تَحُوْطُ الْهُدٰى وَ تَنصُرُهٗ وَ تَبْسُطُ الْعَدْلَ وَ تَنْشُرُهٗ وَ تَنْصُرُ الدِّيْنَ وَ تُظْهِرُهٗ وَ تَكُفُّ الْعَابِثَ وَ تَزْجُرُهٗ وَ تَاخُذُ لِلدَّنِيِّ مِنَ الشَّرِيْفِ وَ تُسَاوِيْ فِي الْحُكْمِ بَيْنَ الْقَوِيِّ وَ الضَّعِيْفِ كُنْتَ رَبِيْعَ الْاَ يْتَامِ وَ عِصْمَةَ الْاَنَامِ وعِزَّ الْاِسْلَامِ وَمَعْدِنَ الْاَحْكَامِ وَحَلِيْفَ الْاِ نْعَامِ سَالِكًا طَرَائِقَ جَدِّكَ وَ اَبِيْكَ مُشْبِهاً فِي الْوَصِيَّةِ لِاَخِيْكَ۔

وَفِّي الذِّمَمِ رَضِيَّ الشِّيَمِ ظَاهِرَ الْكَرَمِ مُتَهَجِّداً فِي الظُّلَمِ قَوِيْمَ الطَّرَائِقِ كَرِيْمَ الْخَلَائِقِ عَظِيْمَ السَّوَابِقِ شَرِيْفَ النَّسَبِ مُنِيْفَ الْحَسَبِ رَفِيْعَ الرُّتَبِ كَثِيْرَ الْمَنَاقِبِ مَحْمُوْدَ الضَّرَائِبِ جَزِيْلَ الْمَوَاهِبِ، حَلِيْمٌ رَشِيْدٌ مُنِيْبٌ جَوَادٌ شَدِيْدٌ عَلِيْمٌ اِمَامٌ شَهِيْدٌ اَوَّاهٌ مُنِيْبٌ حَبِيْبٌ مُهِيْبٌ۔

كُنْتَ ! لِلرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَلَداً وَّلِلْقُرْآنِ سَنَداً وَلِلْاُمَّةِ عَضُداً وَّ فِي الطَّاعَةِ مُجْتَهِداً حَافِظاً لِّلْعَهْدِ وَ الْمِيْثَاقِ نَاكِباً عَنْ سُبُلِ الْفُسَّاقِ بَاذِلاً لِّلْمَجْهُوْدِ طَوِيْلَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ، زَاهِداً فِي الدُّنْيَا زُهْدَ الرَّاحِلِ عَنْهَا نَاظِرًا اِلَيْهَا بِعَيْنِ الْمُسْتَوْحِشِيْنَ مِنْهَا اٰمَالُكَ عَنْهَا مَكْفُوْفَةٌ وَ هِمَّتُكَ عَنْ زِيْنَتِهَا مَصْرُوفَةٌ وَاَلْحَاظُكَ عَنْ بَهْجَتِهَا مَطْرُوْفَةٌ وَ رَغْبَتُكَ فِي الْاٰخِرَةِ مَعْرُوفَةٌ، حَتّٰى اِذَا الْجَوْرُ مَدَّ بَاعَهٗ وَاَسْفَرَ الظُّلْمُ قِنَاعَهٗ وَدَعَى الْغَيُّ اَتْبَاعَهٗ وَ اَنْتَ فِي حَرَمِ جَدِّكَ قَاطِنٌ وَ لِلظَّالِمِيْنَ مُبَايِنٌ جَلِيسُ الْبَيْتِ والْمِحْرَابِ، مُعْتَزِلٌ عَنِ اللَّذَّاتِ وَ الشَّهَوَاتِ تُنْكِرُ الْمُنْكَرِ بِقَلْبِكَ وَلِسَانِكَ عَلٰى حَسْبِ طَاقَتِكَ وَ اِمْكَانِكَ ثُمَّ اقْتَضَاكَ الْعِلْمُ لِلْاِنْكَارِ وَلَزِمَكَ اَنْ تُجَاهِدَ الْفُجَّارَ۔

فَسِرْتَ فِيْ اَوْلَادِكَ وَاَهَالِيْكَ وَ شِيْعَتِكَ وَ مَوَالِيْكَ وَ صَدَعْتَ بِالْحَقِّ وَ الْبَيِّنَةِ وَ دَعَوْتَ اِلَى اللهِ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَاَمَرْتَ بِاِقَامَةِ الْحُدُوْدِ وَ الطَّاعَةِ لِلْمَعْبُوْدِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْخَبَائِثَ وَ الطُّغْيَانَ وَ وَاجَهُوْكَ بِالظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ فَجَاهَدْتَهُمْ بَعْدَ الْاِيْعَادِ اِلَيْهِمْ وَ تَاكِيْدِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ، فَنَكَثُوْا ذِمَامَكَ وَبَيْعَتَكَ وَ اَسْخَطُوْا رَبَّكَ وَ جَدَّكَ وَبَدَءُوْكَ بِالْحَرْبِ فَثَبَتَّ لِلطَّعْنِ وَالضَّرْبِ وَ طَحَنْتَ جُنُوْدَ الْفُجَّارِ وَ اقْتَحَمْتَ قَسْطَلَ الْغُبَارِ مُجَادِلاً بِذِي الْفِقَارِ كَاَنَّكَ عَلِيُّ نِ الْمُخْتَارِ، فَلَمَّا رَاَوْكَ ثَابِتَ الْجَاشِ غَيْرَ خَائِفٍ وَلَا خَاشٍ نَصَبُوْا لَكَ غَوَائِلَ مَكْرِهِمْ وَقَاتَلُوكَ بِكَيْدِهِمْ وَ شَرِّهِمْ وَاَمَرَ اللَّعِيْنُ جُنُوْدَهٗ فَمَنَعُوْكَ الْمَاءَ وَوُرُوْدَهٗ، وَ نَاجَزُوْكَ الْقِتَالَ وَ عَاجَلُوْكَ النِّزَالَ وَ رَشَقُوْكَ بِالسِّهَامِ وَالنِّبَالِ وَبَسَطُوْا اِلَيْكَ اَكُفَّ الْاِصْطِلَامِ

وَلَمْ يَرْعَوْا لَكَ ذِمَامًا وَّالْاَرْاَقَبُوْ فِيْكَ آثَامًا فِيْ قَتْلِهِمْ اَوْلِيَائَكَ وَ نَهْبِهِمْ رِحَالَكَ وَ اَنْتَ مُقْدِمٌ فِي الْهَبَوَاتِ وَ مُحْتَمِلٌ لِلْاَذِيَّاتِ قَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِكَ مَلٰئِكَةُ السَّمٰوٰتِ. فَاَحْدَقُوْا بِكَ مِنْ كُلِّ الْجِهَاتِ وَ اَثْخَنُوْكَ بِالْجِرَاحِ وَ حَالُوْا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الرَّوَاحِ وَ لَمْ يَبْقَ لَكَ نَاصِرٌ وَ اَنْتَ مُحْتَسِبٌ صَابِرٌ تَذُبُّ عَنْ نِّسْوَتِكَ وَاَوْلَادِكَ حَتّٰى نَكَسُوْكَ عَنْ جَوَادِكَ فَهَوَيْتَ اِلَى الْاَرْضِ جَرِيْحاً تَطَئُوْكَ الْخُيُوْلُ بِحَوَافِرِهَا وَتَعْلُوْكَ الطُّغَاةُ بِبَوَاتِرِهَا قَدْ رَشَحَ لِلْمَوْتِ جَبِيْنُكَ وَ اخْتَلَفَتْ بِالْاِنْقِبَاضِ وَالْاِنْبِسَاطِ شِمَالُكَ وَ يَمِيْنُكَ تُدِيْرُ طَرْفاً خَفِيًّا . اِلٰى رَحْلِكَ وَ بَيْتِكَ وَ قَدْ شُغِلْتَ بِنَفْسِكَ عَنْ وُلْدِكَ وَاَهَالِيْكَ وَ اَسْرَعَ فَرَسُكَ شَارِداً اِلٰى خِيَامِكَ مُحَمْحِماً بَاكِياً. فَلَمَّا رَاَيْنَ النِّسَاءُ جَوَادَكَ مَخْزِيًّا وَّ سَرْجَكَ عَلَيْهِ مَلْوِيًّا بَرَزْنَ مِنَ الْخُدُوْرِ نَاشِرَاتِ الشُّعُوْرِ عَلَى الْخُدُوْدِ لَاطِمَاتِ الْوُجُوْهِ سَافِرَاتٍ وَ بِالْعَوِيْلِ دَاعِيَاتٍ وَ بَعْدَ الْعِزِّ مُذَلَّلَاتٍ وَاِلٰى مَصْرَعِكَ مُبَادِرَاتٍ۔

وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰى صَدْرِكَ وَ مُوْلِغٌ سَيْفَهٗ عَلٰى نَحْرِكَ قَابِضٌ عَلٰى شَيْبَتِكَ بِيَدِهٖ ذَابِحٌ لَكَ بِمُهَنَّدِهٖ قَدْ سَكَنَتْ حَوَاسُّكَ وَ خَفِيَتْ اَنْفَاسُكَ وَ رُفِعَ عَلَى الْقَنَاةِ رَاْسُكَ وَ سُبِيَ اَهْلُكَ كَالْعَبِيْدِ وَ صُفِّدُوْا فِي الْحَدِيْدِ فَوْقَ اَقْتَابِ الْمَطِيَّاتِ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمْ حَرُّ الْهَاجِرَاتِ يُسَاقُوْنَ فِي الْبَرَارِيْ وَ الْفَلَوَاتِ اَيْدِيْهِمْ مَغْلُوْلَةٌ اِلَى الْاَعْنَاقِ يُطَافُ بِهِمْ فِي الْاَسْوَاقِ فَالْوَيْلُ لِلْعُصَاةِ الْفُسَّاقِ لَقَدْ قَتَلُوْا بِقَتْلِكَ الْاِسْلَامَ وَ عَطَّلُوا الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَ نَقَضُوا السُّنَنَ وَالْاَحْكَامَ وَهَدَمُوْا قَوَاعِدَ الْاِيْمَانِ وَ حَرَّفُوْا آيَاتِ الْقُرْآنِ وَ هَمْلَجُوْا فِي الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ

لَقَدْ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ مِنْ اَجْلِكَ مَوْتُوْراً وَ عَادَ كِتَابُ اللّٰهِ مَهْجُوْرًا وَ غُوْدِرَ الْحَقُّ اِذْ قُهِرْتَ مَقْهُوْراً وَفُقِدَ بِفَقْدِكَ التَّكْبِيْرُ وَالتَّهْلِيْلُ وَالتَّحْرِيْمُ وَالتَّحْلِيْلُ وَالتَّنْزِيْلُ وَالتَّاوِيْلُ، وَظَهَرَ بَعْدَكَ التَّغْيِيْرُ وَالتَّبْدِيْلُ وَالْاِلْحَادُ وَالتَّعْطِيْلُ وَالْاَهْوَاۗءُ وَالْاَضَالِيْلُ وَالْفِتَنُ وَالْاَبَاطِيْلُ وَفَقَامَ نَاعِيْكَ عِنْدَ قَبْرِ جَدِّكَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَنَعَاكَ اِلَيْهِ بِالدَّمْعِ الْهَطُوْلِ قَائِلاً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُتِلَ سِبْطُكَ وَ فَتَاكَ وَ اسْتُبِيْحَ اَهْلُكَ وَ حِمَاكَ وَ سُبِيَتْ بَعْدَكَ ذَرَارِيْكَ وَ وَقَعَ الْمَحْذُوْرُ بِعِتْرَتِكَ وَ ذَوِيْكَ فَانْزَعَجَ الرَّسُوْلُ وَ بَكٰى قَلْبُهُ الْمَهُوْلُ وَ عَزَّاهُ بِكَ الْمَلٰئِكَةُ وَ الْاَنْبِيَاءُ وَ فُجِعَتْ بِكَ اُمُّكَ الزَّهْرَاۗءُ، وَاخْتَلَفَتْ جُنُوْدُ الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ تُعَزِّيْ اَبَاكَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اُقِيْمَتْ لَكَ الْمَاتِمُ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ وَ لَطَمَتْ عَلَيْكَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ بَكَتِ السَّمَاۗءُ وَ سُكَّانُهَا وَالْجِنَانُ وَ خُزَّانُهَا وَ الْهِضَابُ وَ اَقْطَارُهَا وَالْبِحَارُ وَ حِيْتَانُهَا وَ مَكَّةُ وَبُنْيَانُهَا وَالْجِنَانُ وَوِلْدَانُهَا وَالْبَيْتُ وَالْمَقَامُ وَالْمَشْعَرُ الْحَرَامُ وَالْحِلُّ وَالْاِحْرَامُ. اَللّٰهُمَّ فَبِحُرْمَةِ هٰذَا الْمَكَانِ الْمُنِيْفِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَتِهِمْ وَاَدْخِلْنِيَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِمْ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ يَا اَسْرَعَ الْحَاسِبِيْنَ وَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَيَا اَحْكَمَ الْحَاكِمِيْنَ بِمُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ رَسُوْلِكَ اِلَى الْعَالَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ وَ بِاَخِيْهِ الْاَنْزَعِ الْبَطِيْنِ الْعَالِمِ الْمَكِيْنِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَبِفَاطِمَةَ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ، وَبِالْحَسَنِ الزَّكِيِّ عِصْمَةِ الْمُتَّقِيْنَ وَ بِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ اَكْرَمِ الْمُسْتَشْهَدِيْنَ وَ بِاَوْلَادِهِ الْمَقْتُوْلِيْنَ وَبِعِتْرَتِهِ الْمَظْلُوْمِيْنَ وَبِعَلِيِّ ابْنِ

الْحُسَيْنِ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ وَ بِمُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ قِبْلَةِ
الْاَوَّلِيْنَ وَ بِجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَصْدَقِ الصَّادِقِيْنَ وَ
بِمُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ مُظْهِرِ الْبَرَاهِيْنِ وَ بِعَلِيِّ بْنِ مُوْسَى نَا
صِرِ الدِّيْنِ وَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قُدْوَةِ الْمُهْتَدِيْنَ وَ بِعَلِيِّ بْنِ
مُحَمَّدٍ اَزْهَدِ الزَّاهِدِيْنَ وَ بِالْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ وَارِثِ
الْمُسْتَخْلِفِيْنَ وَ بِالْحُجَّةِ عَلَى الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ، اَنْ تُصَلِّيَ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ نِ الصَّادِقِيْنَ الْاَبَرِّيْنَ آلِ طٰهٰ وَ
يٰسِيْنَ وَاَنْ تَجْعَلَنِيْ فِي الْقِيٰمَةِ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ
الْمُطْمَئِنِّيْنَ الْفَائِزِيْنَ الْفَرِحِيْنَ الْمُسْتَبْشِرِيْنَ
اَللّٰهُمَّ اكْتُبْنِيْ فِي الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ
وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ وَانْصُرْنِيْ عَلَى
الْبَاغِيْنَ وَ اكْفِنِيْ كَيْدَ الْحَاسِدِيْنَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ
مَكْرَ الْمَاكِرِيْنَ وَاقْبِضْ عَنِّيْ اَيْدِيَ الظَّالِمِيْنَ وَاجْمَعْ
بَيْنِيْ وَبَيْنَ السَّادَةِ الْمَيَامِيْنَ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ مَعَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُقْسِمُ عَلَيْكَ بِنَبِيِّكَ الْمَعْصُوْمِ
وَبِحُكْمِكَ الْمَحْتُوْمِ وَ نَهْيِكَ الْمَكْتُوْمِ وَبِهٰذَا الْقَبْرِ
الْمَلْمُوْمِ الْمُوَسَّدِ فِيْ كَنَفِهِ الْاِمَامُ الْمَعْصُوْمُ
الْمَقْتُوْلُ الْمَظْلُوْمُ، اَنْ تَكْشِفَ مَا بِيْ مِنَ الْغُمُوْمِ وَ
تَصْرِفَ عَنِّيْ شَرَّ الْقَدَرِ الْمَحْتُوْمِ وَ تُجِيْرَنِيْ مِنَ النَّارِ
ذَاتِ السَّمُوْمِ، اَللّٰهُمَّ جَلِّلْنِيْ بِنِعْمَتِكَ وَ رَضِّنِيْ
بِقَسْمِكَ وَ تَغَمَّدْنِيْ بِجُوْدِكَ وَ كَرَمِكَ وَ بَاعِدْنِيْ مِنْ
مَكْرِكَ وَ نِقْمَتِكَ، اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الزَّلَلِ وَ
سَدِّدْنِيْ فِي الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَ افْسَحْ لِيْ فِيْ مُدَّةِ الْاَجَلِ وَ
اَعْفِنِيْ مِنَ الْاَوْجَاعِ وَالْعِلَلِ وَبَلِّغْنِيْ بِمَوَالِيَّ وَ
بِفَضْلِكَ اَفْضَلَ الْاَمَلِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ
مُحَمَّدٍ وَ اقْبَلْ تَوْبَتِيْ وَارْحَمْ عَبْرَتِيْ وَ اَقِلْنِيْ عَثْرَتِيْ
وَنَفِّسْ كُرْبَتِيْ وَاغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ
ذُرِّيَّتِيْ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لِيْ فِيْ هٰذَا الْمَشْهَدِ الْمُعَظَّمِ
وَالْمَحَلِّ الْمُكَرَّمِ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا عَيْبًا اِلَّا سَتَرْ
تَهٗ وَلَا غَمًّا اِلَّا كَشَفْتَهٗ وَلَا رِزْقًا اِلَّا بَسَطْتَهٗ وَلَا جَا
هًا اِلَّا عَمَّرْتَهٗ وَلَا فَسَادًا اِلَّا اَصْلَحْتَهٗ وَلَا اَمَلًا اِلَّا
بَلَّغْتَهٗ وَلَا دُعَاءً اِلَّا اَجَبْتَهٗ وَلَا مُضَيَّقًا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا
شَمْلًا اِلَّا جَمَعْتَهٗ وَلَا اَمْرًا اِلَّا اَتْمَمْتَهٗ وَلَا مَالًا اِلَّا
كَثَّرْتَهٗ وَلَا خُلْقًا اِلَّا اَحْسَنْتَهٗ وَلَا اِنْفَاقًا اِلَّا اَخْلَفْتَهٗ
وَلَا حَالًا اِلَّا اَخَرْتَهٗ وَلَا سُوْءً اِلَّا اَصْلَحْتَهٗ وَلَا حَسُوْدًا
اِلَّا قَمَعْتَهٗ وَلَا عَدُوًّا اِلَّا اَرْدَيْتَهٗ وَلَا شَرًّا اِلَّا كَفَيْتَهٗ
وَلَا مَرَضًا اِلَّا شَفَيْتَهٗ وَلَا بَعِيْدًا اِلَّا اَدْنَيْتَهٗ وَلَا
شَعْثًا اِلَّا لَمَمْتَهٗ وَ عَدُوِّيْ مَقْمُوْعًا وَلَا سُؤَالًا
اِلَّا اَعْطَيْتَهٗ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْعَاجِلَةِ وَثَوَابَ
الْاٰجِلَةِ اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنِ الْحَرَامِ وَ بِفَضْلِكَ
عَنْ جَمِيْعِ الْاَنَامِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ
قَلْبًا خَاشِعًا وَّ يَقِيْنًا شَافِعًا وَّ عَمَلًا زَاكِيًا وَّ صَبْرًا
جَمِيْلًا وَّ اَجْرًا جَزِيْلًا، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شُكْرَ نِعْمَتِكَ
عَلَيَّ وَ زِدْنِيْ فِيْ اِحْسَانِكَ وَ كَرَمِكَ اِلَيَّ وَاجْعَلْ قَوْلِيْ فِي
النَّاسِ مَسْمُوْعًا وَ عَمَلِيْ عِنْدَكَ مَرْفُوْعًا وَّ اَثَرِيْ فِي
الْخَيْرَاتِ مَتْبُوْعًا وَ عَدُوِّيْ مَقْمُوْعًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ نِ الْاَخْيَارِ فِيْ آنَاءِ اللَّيْلِ وَ اَطْرَافِ
النَّهَارِ وَ اكْفِنِيْ شَرَّ الْاَشْرَارِ وَ طَهِّرْنِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ
وَالْاَوْزَارِ وَاَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ وَاَدْخِلْنِيْ دَارَ الْقَرَارِ
وَاغْفِرْ لِيْ وَلِجَمِيْعِ اِخْوَانِيْ فِيْكَ وَ اَخَوَاتِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ بِرَحْمَتِكَ وَ كَرَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

❁❁❁